

گذشتہ سے پیوست
گاہے گاہے باز خواں

قسط نمبر 4
ظفر حسین ایک

انقلابی سفر کی کہانی

مولانا عید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کی آزادی کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گیارہ سال تک افغانستان، روس اور ترکی میں گزارے۔ اس عرصہ میں جناب ظفر حسین ایک مرحوم بھی آپ کے ساتھ رہے۔ انہوں نے اس دور کے واقعات اور مناظر کو جس طرح دیکھا اس کو نگاہیں کیا۔ یہ انقلابی داستان آپ پڑھ کر آج کے حالات میں رضائی حاصل کریں۔ (ادارہ)

ساتھ تھا، اس سے سپاہیوں کی کچھلی خنواہیں دیں اس طرح ان کی ذرا ڈھارس بندھی۔ یہاں اگلے روز ہمیں خبر ملی کہ وزیر یوں اور محسود یوں نے وانا اور دوسرے انگریز قلعوں پر حملے کئے۔ وانا کے سرحدی ملیشیا (Militia) کے سپاہی قلعے کو خالی کر کے کچھ اپنے گھروں کو چلے گئے اور چند ایک سردار شاہ ولی خان کے پاس آ گئے اور ان کو اپنے ہتھیار دے دیے۔ وزیر یوں اور محسودوں نے ٹیلیفون کے تار اور کھمبے اکھاڑ کر انگریزوں کے ذرائع رسل و رسائل کو تہ و بالا کر دیا، جس سے انگریزوں میں بہت ہراس پیدا ہوا۔ بعد میں اس لوٹ کے سامان کو ملیشیا کے سپاہی اور سرحدی مجاہد انعام لینے کے لئے بھیج کر افغانستان لے آئے تھے۔ متون میں ہمیں آئے تین دن ہوئے تھے کہ کابل سے جلال آباد کے محاذ کے درہم برہم ہونے کے متعلق سرکاری طور پر خبر آئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالح محمد خان نے کابل سے جنگ لڑنے کے پہلے قورخم کے مقام پر ایک متنازعہ فیہ چشمہ پر قبضہ کر کے 2 مئی 1919ء کو انگریزوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ انگریزوں نے ایک ہوائی جہاز بھیج کر اس کی فوج پر بم پھینکے۔ جس سے اس کا پاؤں ٹوٹی ہو گیا۔ اس پر وہ ”پانے ما شہید شد“ (میرا پاؤں شہید ہو گیا) کہتا ہوا محاذ سے ہٹ کر ڈک کے لڑ پھسپھا ہوا۔

فوج اپنے کو بے سر اور بے کمانڈ دیکھ کر میدان سے پیچھے ہٹی۔ انگریزی رسا نے ان کا تعاقب (پچھا) کیا اور ڈک پر قبضہ کر لیا۔ جلال آباد کے صوبے کے لوگوں نے اس شکست سے یہ سمجھا کہ بس حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس پر انہوں نے آ کر شہر جلال آباد کو لوٹ لیا۔ سرکاری خبر کے ساتھ امیر صاحب نے سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کو یہ حکم بھیجا

کابل سے جو خبریں بعد میں آئیں ان سے معلوم ہوا کہ لنڈی کوتل پر قبضہ کی خبر اور پشاور کے محاصرہ کی اطلاع سب غلط اور مبالغہ آمیز تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرحدی قبیلوں کے آدمیوں نے افغانیوں کے کہنے پر انگریزوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور لنڈی کوتل پر چند ایک فیر کر دیے۔ اس سے لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ لنڈی کوتل پر افغانوں کا قبضہ ہو گیا اور پشاور کا محاصرہ کر لیا گیا۔

محاذ جنگ متون

اگلے روز ہم خوست کے مرکز متون پہنچے۔ یہاں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے دس روز قیام کر کے رسد کا بندوبست کیا۔ رسد کو محاذ تک پہنچانے کے لئے جتنے بار برداری کے جانوروں کی ضرورت تھی اس کا انتظام کیا۔ یہاں رہتے ہوئے میں نے ایک انگریزی فوجی نقشہ سے جو کسی طرح سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے ہاتھ آ گیا تھا۔ محل کے علاقے کا نقشہ بڑے پیمانے پر بنایا۔ یعنی اس فوجی نقشے کا وہ حصہ جو محل کے متعلق تھا اس کو (Enlarge) کیا۔ اس طرح چھوٹی چھوٹی تفصیلات بھی اچھی طرح واضح نظر آنے لگیں۔ آگ چل کر یہ نقشہ افغانی فوجوں کے بہت کام آیا۔

سردار سپہ سالار صاحب محمد نادر خان کو رسد کا پیغام بم پہنچانے میں کافی مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ شلع خوست کے کشتے جس کو افغان حاکم کہا کرتے ہیں باوجودیکہ اس کو بہت پہلے سے خبر دی گئی تھی، اس نے نہ غلطہ جمع کیا اور نہ ہی فوجی کمانڈر کے ساتھ تعاون کر کے فوجی تیاریوں میں اس کو مدد دی۔ فوجیوں کو کئی مہینے سے تنخواہ نہ ملی تھی کیونکہ خزانہ میں پیسہ نہ تھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے جو روپیہ ان کے

اگلے روز افغانی فوج ایک ایسے چھوٹے سے سرحدی گاؤں میں پہنچی جو ٹھل اور میران شاہ کی انگریزی جماعتوں سے پیدل ایک ایک روز کے فاصلہ پر تھا۔ اس پڑاؤ پر پانی بہت کم میسر تھا۔ سایہ کے لئے درخت تو بالکل نہ تھے۔ آخر شام کے وقت سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے نیچے میں جو پیلے کی نسبت چھوٹا تھا اور میں جس میں اب ان کے ساتھ نہ ہو سکتا تھا، مجھے اور حضرت شور بازار کو بلا کر اپنا جنگی پلان بتایا اور اس کے بارے میں ہماری رائے لی۔ بجائے اس کے کہ سپہ سالار صاحب مرحوم اپنے فوجی افسروں سے مشورہ کر کے اپنی جنگی پلان بنائیں، انہوں نے اکیلے ہی پلان بنایا اور اس کی خوبی یا خرابی کے بارے میں مجھ سے جس کو فوجی جنگ کا بالکل علم نہ تھا اور حضرت شور بازار سے جس کو نقشہ دیکھنا اور سمجھنا نہ آتا تھا، رائے طلب کی اور اپنے افسروں کو بالکل بے خبر رکھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کا اپنے فوجی پلان کو اپنے افسروں سے پوشیدہ رکھنے کا شاید مقصد یہ تھا کہ انگریزوں پر اچانک حملہ کریں اور ان کو کسی طرح بھی اپنے منصوبوں سے خبردار نہ ہونے دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ پر اور حضرت شور بازار پر اپنے افسروں کی نسبت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ سردار سپہ سالار مرحوم نے اس پلان کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ”یہ تو ٹھل پر اسکی حملہ ہونا چاہیے یا میران شاہ پر۔ اگر میران شاہ کی جماعتوں پر حملہ کیا جائے تو دزیریوں کی مدد حاصل ہو سکتی ہے اور میران شاہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد بنوں تک افغانی فوجوں کا راستہ کھل جائے گا اور وہاں سے پنجاب میں داخل ہونا آسان ہوگا۔ لیکن اس میں یہ نقص ہے کہ کوہاٹ کی انگریزی فوجیں ٹھل کے گیریزن (Garrison) کو اپنے ساتھ لیکر کرم کے راستہ کوٹل پڑاؤ پر حملہ کر سکتی ہیں اور اگر بیواڑ ان کے قبضے میں آجائے تو وہاں سے علاقہ جانی کے راستہ (ابوگرد) کے علاقہ میں اتر کر تین دن کے اندر اندر کابل پر حملہ آور ہو سکتی ہیں اور اس طرح ان کے لڑائی جیتنے کا امکان بڑھ جاتا ہے، کیونکہ کابل میں اب زیادہ فوج موجود نہیں ہے۔

لیکن اگر ٹھل پر پوری طاقت سے حملہ کیا جائے تو کوہاٹ اور بیواڑ کی انگریزی فوجیں ایک دوسرے سے کٹ جائیں گی اور کابل پر انگریزی یلغار کا خطرہ بالکل مٹ جائے گا۔ اس کے بعد افغانی فوجیں کوہاٹ کی طرف بڑھ کر پشاور کی انگریزی فوجوں کو پیچھے سے دھمکی دے سکیں گی لیکن اس میں صرف یہ ڈر ہے کہ انگریز میران شاہ سے جرأت کے ساتھ متون پر حملہ کریں

کہ فوراً آگے بڑھ کر ہندوستان پر حملہ کریں تاکہ انگریزی فوجیں ذکر سے آگے بڑھ کر جلال آباد پر قبضہ نہ کر سکیں۔ اس خبر سے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کو اور ان کے ہمزاد اشخاص کو جن میں میں بھی داخل تھا۔ بہت رنج ہوا، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ سارے جنگی منصوبے خاک میں مل گئے۔ لیکن یہ خبر فوجیوں، افسروں اور ملکی کارکنوں سے بالکل پوشیدہ رکھی گئی اور اگلے روز فوج کو سرحد کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں انگریزوں کے حواس بالکل باختہ تھے وہ نہ تو فوجی کشف (Reconnaissance) کر کے افغانی فوجوں کی قفل و حرکت کے بارے میں اطلاع حاصل کر سکتے اور نہ ہی اپنے جاسوسوں کے ذریعے افغانستان کے اصلی حالات معلوم کر سکتے۔ پنجاب کی بد امنی اور سورش کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے ورنہ اگر ذرا اطمینان سے، جرأت سے کام لیتے تو ذکر پر قبضہ کرنے کے بعد جلال آباد کے لئے کی خبر پر جلال آباد کو آسانی اپنے قبضے میں لاسکتے تھے اور سمت جنوبی کے محاذ پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے سرحد سے قدم آگے بڑھاتے ہی ان پر حملہ کر کے ان کی فوج کو شکست دے سکتے تھے۔ کیونکہ افغانی فوج کو جنگ کا تجربہ نہ تھا اور نہ ہی اس میں فوجی نظم و ضبط (Discipline) کا نام و نشان تھا۔ سرحدی چوکیوں کے لیٹھا کا انجانوں کے ساتھ مل جانا بھی انگریزوں کے لئے ہراس کا باعث ہو گیا تھا۔

ٹھل پر سپہ سالار محمد نادر خان کا حملہ

متون میں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے میرے تیار کردہ نقشے کا مطالعہ کیا اور اس کو تدقیق کر کے، اس کی بنیاد پر اپنے جنگی پلان کو بنایا۔ لیکن اس کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ یہاں چار روز کے قیام کے بعد متون سے انہوں نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چند ایک پرانی ٹمچری توپیں اپنے ساتھ لیں۔ دو جرمنی ہژرو ہنی ہوزروں (Howitzers) میں سے ایک توپ کو متون میں چھوڑا اور اس کے گولہ بارود کو دوسری توپ کے گولہ بارود میں شامل کر کے اپنے ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہوئے۔ ان دنوں توپوں کا گولہ بارود اتنا تھوڑا تھا کہ اس کو دو توپوں پر تقسیم کرتا اور دونوں توپوں کو محاذ پر لے جاتا بالکل بے سود تھا۔

رات میرام شاہ کی طرف روانہ کر دیا۔ صبح کو اس نے میرام شاہ کی اس چوکی پر حملہ کیا۔ اس کی گولہ باری کی وجہ سے وہاں کے سپاہی اپنے تھانے کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور میرام شاہ کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ عبدالقیوم خان اس طرح اپنے فرض کی ادائیگی میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے یہ خبر ہم کو دوپہر کے وقت بھیج دی اور خود وہاں سے نکل کی طرف روانہ ہو گیا۔

شام کو عبداللطیف خان کو حکم ملا کہ اپنے فوجی دستے اپنی توپوں اور قبیلہ منگل کے مجاہدوں کے ساتھ پڑاؤ سے نکل کی طرف روانہ ہو اور دریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں پر اپنی دو توپیں چڑھا کر اصل فوج کے آنے کا انتظار کرے۔

اگلے روز (27 مئی) سردار سپہ سالار مرحوم نے علی الصباح اپنی فوج کے بڑے حصے کے ساتھ نکل کی طرف کوچ کیا۔ چار گھنٹے کے سفر کے بعد، باوجود اس کے کہ ہم ابھی نکل سے بہت دور تھے کہ ہمارے کانوں میں توپوں کی آواز آنے لگی۔ ہم اس کے معنی بالکل نہ سمجھے کیونکہ عبداللطیف کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوج کا بڑا حصہ پیچھے سے پہلے لڑائی شروع نہ کرے۔ اس پر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سرپٹ محاذ کی طرف بڑھے۔ میں اور امیر عبدالرحمن خان کا وزیری غلام بچہ پادشاہ میر خان اور محمد یوسف لہو گردی اور شاہی رسالے کے سپاہی ان کے ساتھ چلے۔ پادشاہ میر ان اور محمد یوسف خان سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضری رہا کرتے تھے، کیونکہ ان کو جب کبھی کسی اہم کام کے سرانجام دینے کی ضرورت پیش آتی تھی، جس کو ان کے فوجی افسر نہ کر سکیں تو وہ ہم میں سے ایک کو ایسے کام پر مقرر کر دیا کرتے تھے۔ ہم گویا ان کے ایک طرح کے مشاوری خاص اور ضرورت کے وقت ان کے دست و بازو تھے۔ کچھ آگے بڑھنے پر ہم کو ایک سپاہی ملا جس کے ہاتھ عبداللطیف خان نے سردار سپہ سالار صاحب کو ایک پیغام بھیجا تھا۔

اس نے ہمیں بتایا کہ ”لڑائی منگل مجاہدین کے شہر نکل پر

تو افغانی فوجیں نکل اور متون کے درمیان ٹکریں میں پکڑ گئی ہیں۔“ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے اپنی پلان واضح کرتے ہوئے اپنی تقریر کو اس طرح جاری رکھا: ”میں انگریزوں کے، میرام شاہ سے پیش قدمی کر کے متون پر حملہ کرنے کی کوشش کو چنداں ممکن نہیں سمجھتا، کیونکہ ہندوستان میں سخت بدنامی ہے، وہ ایسی حالت میں افغانی سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ اس لئے میں نے نکل پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انگریزوں کو جنگی طور پر دھوکا دیا جائے اور خدر حرب سے کام لیا جائے۔“

(یعنی ایسی چال چلی جائے جس سے انگریزوں کو گمان ہو کہ افغانی فوج کا بڑا حصہ میرام شاہ پر حملہ کرے گا)

اس لئے میں آج رات کو ایک چھوٹا سا پیادہ فوجی دستہ اور دو توپیں کرنل عبدالقیوم خان کی کمان میں دے کر میرام شاہ کو روانہ کروں گا تاکہ صبح کو دن نکلے ہوئے میرام شاہ کی چوکی تین دام (آؤٹ پوسٹ) پر جو میرام شاہ اور نکل کے درمیان ہے گولہ باری کرے جس سے انگریزوں کو یقین ہو جائے کہ یہ دھواں افغانی فوج کے ہر اول کی طرف سے بولا گیا ہے اور اس کے بعد اصل افغانی فوج میرام شاہ پر حملہ آور ہوگی۔ اس دستہ کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا یہ فرض ادا کرنے کے بعد نکل کی طرف بڑھے۔ اس کے بعد اگلی شام کو ایک پیادہ پلٹن اور دو ٹھجری توپیں کرنل عبداللطیف خان کی کمان میں نکل کی طرف روانہ کی جائیں گی۔ لیکن وہ انگریزوں سے جنگ نہ کریں گی بلکہ ریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں کو اپنے قبضہ میں لا کر اگلے روز وہاں پہنچنے والی بڑی افغانی فوج اور میرے آنے کا انتظار کرے گی اور جب ساری فوج نکل کے محاذ پر پہنچ جائے تو دفعہ پہلے بولا جائے گا۔“

ہم نے ان کے اس جنگی پلان کو بہت پسند کیا۔ اس لئے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت اس پلان کو ہم تینوں کے سوا اور کسی کو علم نہ تھا۔ آخر کار سردار سپہ سالار مرحوم نے کرنل عبدالقیوم خان کو بلا کر ضروری احکام دیئے اور اس کو راتوں

کیا جس نے ان کا حکم پیادہ فوج کے کمانڈر کو پہنچادیا۔ فوج اس کے کوئی تین گھنٹے بعد یعنی ظہر کے بعد حماز پر پہنچی۔ اس نوکر کے روانہ ہونے تک دوپہر ہو چکی تھی۔ گرمی اتنی شدت سے پڑ رہی تھی کہ میرے لئے بندوق کی نالی کو ہاتھ لگانا اور اس میں گولی بھرتا بہت دشوار تھا۔ بندوق کے پرزے آگ کی طرح ہاتھ جلاتے تھے۔ وہاں نہ کوئی درخت تھا اور نہ کہیں سایہ تھا کہ ذرا دھوپ سے بچاؤ ہو۔ ہم اپنے گھوڑوں کی ٹانگوں کے نزدیک زمین پر بیٹھے ہوئے تھے تاکہ ان کے بدن کے سایہ میں ذرا دھوپ اور گرمی سے بچیں۔

اس عرصے میں خبر آئی کہ انگریزی رسالہ دریائے کرم کو عبور کر کے عبداللطیف خان کی توپوں کے موقع (Position) کو پیچھے سے گھیرنے کیلئے بڑھ رہا ہے اور ہماری طرف بھی اس کے آنے کا احتمال ہے۔ اس پر سردار پہ سالار صاحب مرحوم نے حکم دیا کہ ”رسالہ شانی کے سپاہی اور گرد کی پہاڑیوں پر چڑھ جائیں اور اگر انگریزی رسالہ کو ادھر آتا دیکھیں تو اس پر فائر کریں۔“

اس پر بھی رسالہ شانی کے سواروں نے وہی بہانہ کیا جو پہلے فوج کو بلانے کے لئے جانے سے انکار کرتے وقت کیا تھا۔ اس طرح انہوں نے سرکشی کر کے اس حکم کی تعمیل سے بھی انکار کر دیا۔ ایسے نازک موقع پر جب کہ کمانڈر کے پاس سپاہی بھی کم ہوں اور وہ سپاہی بھی اس کا حکم نہ مانیں تو اس کی پریشانی اور مایوسی کی انتہا نہیں ہو سکتی۔ سردار پہ سالار محمد نادر خان اس وقت ایک ایسی ہی خطرناک حالت میں تھے۔ اس پر میں، پادشاہ میر خان اور محمد یوسف خان آگے بڑھے اور ہم نے سردار پہ سالار صاحب مرحوم کو کہا کہ ”ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہم سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک پہاڑی پر چڑھ کر دشمن کی دیکھ بھال کرے گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو اس پر فائر کرے گا اس کو ہم یہ دیکھائیں گے کہ میدان بالکل خالی نہیں ہے۔ اس طرح اس کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کریں گے اور آخری دم تک اپنی جگہ پر جم کر لڑتے رہیں گے۔“

بلا اجازت حملہ کرنے اور گھریلوں کی طرف سے ان کا پر جوں خیر مقدم کیا جانے کے باوجود ان کے شہر میں لوٹ مار کرنے کی وجہ سے شروع ہوئی۔ انگریزوں نے مجاہدین پر فیر کئے۔ اس لئے عبداللطیف خان نے ان کی حفاظت کے لئے توپ چلانے کا حکم دیا۔ اس پر انگریزی توپوں نے عبداللطیف خان کی توپوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس کی توپیں پرانی قسم کی تھیں جو موضع مستور سے یعنی دشمن کی نگاہ سے اوچھل رہ کر فیر نہیں کر سکتی تھیں۔ اس وجہ سے انگریزی توپوں کا گولہ ان میں سے ایک توپ کو ہآسانی لگا اور وہ خراب ہو گئی اور توپ چلانے والے افغانی سپاہی بھی ڈٹی ہوئے۔ توپوں کے پاس مرہم پٹی کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ ڈٹی سپاہی بالکل بے کسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور فوج کھٹک کھا کر اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے کو تیار ہو رہی ہے۔“

اس پر سردار پہ سالار صاحب مرحوم نے اپنے محافظوں میں سے رسالہ شانی کے دو سواروں کو حکم دیا کہ فوراً واپس جا کر فوج کو کہیں کہ جبری مارچ کرتے ہوئے اور راستہ میں رکے کے بغیر آگے بڑھے اور جتنی جلدی ہو سکے حماز پر پہنچنے کے کوشش کرے۔ لیکن ان نمک حرام سواروں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور یہ بہانہ کیا کہ ”ہم تو آپ کی ذات کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر اور کسی دوسرے کام پر نہ جائیں گے۔“ لیکن اصل میں وہ ڈرتے تھے کہ کہیں واپس جاتے ہوئے راستے میں ان کا انگریزی رسالے کا سامنہ نہ ہو جائے۔ سردار پہ سالار محمد نادر خان مرحوم ان کی سرکشی سے بہت پریشان ہوئے۔ میں نے ان کی پریشانی دیکھ کر فوراً اپنی خدمات پیش کیں اور ان کو کہا کہ: ”میں اکیلا جا کر ان کے اس حکم کو فوج تک پہنچاؤں گا اور فوج کو جلد از جلد کوچ کر کے حماز پر لے آؤں گا۔“ سردار پہ سالار صاحب مرحوم اس سے بہت خوش ہوئے اور میری جرات کی داد دینے لگے۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر: ”آپ کو میں کسی اور اہم فرض پر بھیجوں گا۔“ مجھے اس کام پر روانہ نہ کیا۔ ان کا اپنا نوکر اس کام پر بھیجا

کپڑے کے تھانوں کو اپنے کندھوں پر لا کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جیسے کہ جہاد کا مقصد، صرف کپڑے کے چند ایک تھان ہی حاصل کرنا تھا۔ ان لوگوں کی اس ناپاک حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کے لوگ افغانی فوج سے دل برداشتہ ہو گئے۔ تمام دکانیں بند ہو گئیں، اس وجہ سے مجاہدین کو روٹی اور آٹا داموں سے بھی ملنا دشوار ہو گیا۔ کیونکہ افغانستان سے صرف باقاعدہ فوج کیلئے رسد کا سامان آتا تھا اور مجاہدین کو نقدی دی جاتی تھی کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کریں۔

اس یلغار کی پیش بندی ممکن تھی۔ اگر سردار سپہ سالار صاحب مرحوم اپنی تقریروں میں جو مجاہدین کی ہمت افزائی کے لئے وقتاً فوقتاً کیا کرتے تھے، ان کی توجہ اس طرف دلاتے اور ان کو لوٹ مار نہ کرنے کے بارے میں نصیحت کرتے رہتے تو شاید ان لوگوں کو یلغار کی سے باز رکھنا ممکن ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے کبھی ان لوگوں کو اس قسم کی نصیحت نہ کی اور جب میں نے ان کو ایک دفعہ یہ بات سمجھائی (جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے) تو ان کو میرا یہ کہنا ذرا ناگوار گزرا۔ اس روز عصمت کے قریب افغانی فوج کا بڑا حصہ بھی میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ شام تک سپاہی اپنے خیموں کے مانند ایک چھوٹا خیمہ اپنے لئے لگوا یا۔ اس لئے میں یہاں ان کے خیمے میں نہ سوسکا۔ میرے لئے باہر ان کے خیمہ کے دروازے کے نزدیک بستر بچھا دیا گیا۔

ایک طرف خیمہ بندی کی یہ کارروائی ہو رہی تھی اور دوسری طرف سپہ سالار صاحب مرحوم نے اگلے روز کے لئے فوجی مورچوں اور خاص کر جرمن ہاوزر (Howitzer) توپ کیلئے مناسب مورچہ کی جگہ تلاش کرنے کی خاطر دریائے کرم کے کنارے کی پہاڑیوں کا دورہ شروع کیا۔ ان کی طبیعت اس روز کچھ نامناسب تھی۔ بعض جگہوں پر گھوڑے سے اتر کر پیادہ بھی چلنے کی ضرورت پیدا ہوتی تھی۔ ٹکٹان اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ آخر کار اتنے بے سکت ہو گئے کہ ان میں پڑاؤ تک جانے کی بھی طاقت نہ رہی۔ انہوں نے کہا کہ وہ رات یہیں پہاڑیوں میں گزاریں گے۔ لیکن ہم چند تھکے جو ان کے ساتھ

ہمارے ایسے نازک وقت پر اپنی خدمات پیش کرنے سے سردار صاحب مرحوم کی ہمت بڑھی اور ہم ان کے حکم کے مطابق ان پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن خدا کی شان کہ انگریزی رسالہ دریائے کرم کے کنارے ہی رک گیا اور ہماری طرف نہیں بڑھا۔ اگر بڑھتا تو ہم تین آدمی اس کو کیسے روک سکتے تھے۔ اس وقت تو ایسا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ انگریز سوار ذرا جرأت سے کام لے کر آگے بڑھ آتے تو سردار سپہ سالار صاحب مرحوم اور ان کے سارے سپاہیوں کو قید کر سکتے تھے۔

ابھی اس طرف سے ذرا سا اطمینان ہی ہوا تھا کہ دوری پہاڑیوں پر سے ہم نے ایک جم غفیر کو دریائے کرم سے افغانی سرحد کی طرف جاتا ہوا دیکھا۔ اس طرف ایک سوار بیچا گیا۔ اس نے وہاں سے واپس آ کر خبر دی کہ قبیلہ منگل اور قبیلہ جدران کے مجاہد کپڑے کے تھان لئے ہوئے اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے ان کو گھیر کر موڑنا چاہا لیکن ان میں اکثر بچ کر نکل گئے اور اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ گویا ان کی رائے میں ان کے جہاد کا کام ختم ہو چکا تھا۔ جو کپڑے گئے ان سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کپڑے کے تھان شہر ٹھل کو لوٹ کر حاصل کئے تھے۔ یہ تھان ان کے ہاتھ سے لے لیکنے اور ان کی اور ان کے سرداروں کی آنکھوں کے سامنے جلادیئے گئے۔ ان لوگوں کو پھر محاذ کی طرف بھیج دیا گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جب ان قبیلوں نے شہر کی طرف پیش قدمی کی تو شہر کے ارد گرد کی بعض فوجی چوکیوں کے سپاہی یہاں سے نکل کر ٹھل کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور اس طرح پر شہر کا راستہ مجاہدین کے لئے کھل گیا۔ جب مجاہدین شہر کی طرف بڑھے تو وہاں کے لوگوں نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو شربت اور لسی پیش کی۔ یہ قبیلے والے جو گرمی میں پیاس سے بڑے ہراسان تھے شہر کے لوگوں کے اس برتاؤ سے بہت خوش ہوئے۔ لیکن اپنی پیاس بجھاتے ہی انہوں نے شہر میں لوٹ مار شروع کر دی اور بازاروں کی دکانیں یلغار کر کے،

(Aliming post) یعنی نشانہ لگانے والے ہانس کے ذریعے قلعہ ٹھل کی سیدھ میں لگایا اور فیر کیا۔ توپ کا ٹھیک طور پر قلعہ کی سیدھ میں آجانے اور قلعہ کا توپ کے مورچہ سے فاصلہ بھی درستی سے حساب کئے جانے کی وجہ سے پہلا گولا ہی قلعہ کے گوداموں میں پہنچا جس سے وہاں کے گولہ بارود اور گھاس کے تودوں کو آگ لگ گئی اور قلعہ سے بیابان دھوئیں کا ایک ستون آسمان کی طرف بلند ہوا۔ اس کو دیکھ کر عہدیدان کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے شہر کے ارد گرد کی بعض چوکیوں پر، جو ابھی تک انگریزوں کے ہاتھ میں تھیں، قبضہ کر لیا۔ فوج میں بھی اس نظارے سے ایک شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ اس توپ نے چند ایک گولے اور چلائے لیکن چونکہ اس کا بارود گولہ بہت کم تھا اور کابل سے بھی آنے کی امید نہ تھی، اس لئے فیر بند کر دیئے گئے۔

اس گولہ باری کے بعد انگریز کمانڈر نے اپنا ہوائی جہاز اس توپ کے مورچہ کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے ہمارے محاذ کی طرف بھیجا۔ کچھ دیر بعد یہ ہوائی جہاز ہمارے سروں پر سے گزرا لیکن وہ نہ تو توپ کے مورچہ کو پہچان سکا اور نہ ہی محاذ کے فوجیوں کا کھوج لگا سکا۔

اس لئے اس نے ہم پر کوئی بم نہ گرایا اور افغانی سرحد کی طرف بڑھا۔ کچھ منٹ کے بعد بموں کی گونج پہاڑیوں سے سنائی دینے لگے۔

شام کو ہم جب پڑاؤ پر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ اس ہوائی جہاز نے ہمارے غیموں کو دیکھ کر ان پر چند ایک بم گرائے جس سے کچھ سائیکس، رسد پہنچانے والے سپاہی اور فوج کا کھانا پکانے والے آدمی زخمی ہوئے ان کی آہ و بکا پر ڈاکٹر اور کمپنڈر کی تلاش کی گئی۔ لیکن ان کا کہیں نام و نشان بھی نہ ملا اور زخمی بلا مرہم و پٹی تڑپتے رہے۔ آخر اندھیرا ہونے پر ڈاکٹر اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اس کو وہاں سے پکڑ کر سپاہی سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کی خدمت میں لائے۔ یہ ڈاکٹر حصار کے ضلع کا رہنے والا ایک ہندوستانی عبدالحلیم

تھے، اس پر راضی نہ ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ: ”اگر آپ کی فوج کو یہ خبر ملی کہ ان کے سپہ سالار پڑاؤ میں ہیں تو اس سے ان کے بے دلی ہوگی اور ان میں ہر طرح کی بری افواہیں پھیل جائیں گی۔ یہاں تک کہ بعض بدخواہ شاید یہ بھی مشہور کر دیں کہ سردار سپہ سالار صاحب کو انگریزوں نے پکڑ لیا ہے۔“ اس پر وہ راضی ہو گئے اور اندھیرے میں گرتے پڑتے پڑاؤ کو واپس آئے۔ بھوک سے ہم سب بے تاب تھے۔ جب دسترخوان لگایا گیا اور سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے پلاؤ اور گوشت کی رکابیاں بھری ہوئی دیکھیں تو حکم دیا کہ میدان جنگ میں ان کے لئے صرف اسی قسم کا کھانا تیار کیا جائے جو ان کے ایک معمولی سپاہی کو نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ چھ راتیں جب ہم ٹھل کے میدان جنگ میں تھے تو ہم سب نے سپاہیوں کے کھانے جیسے سالن اور روٹی کے سوا اور کسی قسم کا کھانا نہ کھایا۔ یہ کھانا بھی ہمیں صرف رات کو ملتا تھا۔ دن کے وقت تو روٹی روٹی اور پانی پر ہی گزارہ ہوتا تھا۔ اگلے روز جرمن ہونڈ توپ کو ہاتھی کی پیٹھ پر لا کر انتخاب شدہ مورچہ تک لایا گیا۔ یہاں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم نے مجھے کہا کہ اس نقشہ کی مدد سے جو میں متون میں تیار کیا تھا اس مورچہ سے ٹھل کے قلعہ تک کا فاصلہ معلوم کروں۔ میں نے نقشہ سے ماپ کر یہ فاصلہ میل اور گز کے حساب سے ان کو بتایا۔ انہوں نے مجھے اس کو میٹر (Meter) میں تحویل کرنے کو کہا، کیونکہ اس توپ کی مار منزل یعنی رینج (Range) میٹر کے حساب سے تھی۔ توپ کا افسر اس عمل تحویل سے بالکل بے خبر تھا اور نہ ہی وہ نقشہ سے دو جگہوں کے درمیانی فاصلہ کو ماپ سکتا تھا۔ توپ کا مورچہ ایک پہاڑی کے پیچھے اور دشمن کی نظر سے اوجھل ہونے کی وجہ سے، مورچہ سے قلعہ ٹھل جو گولہ باری کے لئے نشانہ بنایا گیا تھا، نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے ٹوک کی نالی کو اس پیچھے ہوئے مورچہ سے ٹھل کے قلعہ کی جانب ٹھیک طور پر موڑنا ضروری تھا۔ توپ کا افسر یہ کام بھی نہ جانتا تھا۔ اس پر سردار سالار مرحوم نے خود ہی اس توپ کو تین

میں نے دیکھا کہ ساری دکانیں بند ہیں اور نہ صرف فوج کو بلکہ شہریوں کو بھی روٹی اور ضروریات زندگی نہ ملنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ میں نے اپنے رہبر کے ذریعے شہر کے شرقا اور تاجروں کو بلا کر ان کو اطمینان دیا کہ ان کی جان اور مال کو اب کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اس لئے اب ان کو چاہئے کہ خاطر جمع سے رہ کر اپنی دکانیں کھول دیں اور حسب دستور کاروبار میں لگ جائیں۔ اس پر سب سے پہلے کھانے پینے کی دکانیں کھل گئیں اور بازار میں پھر آہستہ آہستہ چہل چہل ہونے لگی۔

ایک طرف تو شہر اور قلعہ کے درمیان اور دوسری طرف ہمارے محاذ اور شہر کے درمیان بعض انگریزی چوکیاں اور پکٹیکس (Pickets) ابھی تک مقابلہ کر رہی تھیں اور ان کے اندر رہنے والے سپاہی اپنی جگہوں پر ڈٹے ہوئے تھے اور آنے جانے والوں پر وہاں سے گولیاں چلاتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ہمارے محاذ اور شہر کے درمیان آمد و رفت امن اور اطمینان سے نہ ہو سکتی تھی۔ میں نے ان چوکیوں کے سپاہیوں کو خبر کھجی کہ اگر وہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں تو ان کی جانیں بخش دی جائیں گی۔ ان کے ہتھیار ان کے ہاتھ میں رہنے دیئے جائیں گے اور کوئی ان سے پرہاش نہ کرے گا۔ اس پر بعض چوکیوں کے سپاہی بعد اپنے ہتھیاروں کے ہم سے آٹے اور میں نے ان کو سردار سپہ سالار صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ لیکن چند ایک دوسری چوکیوں کے سپاہی جو قلعہ کے نزدیک تھیں، اپنی چوکیوں کو خالی کر کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔

میں نے رات کو شہر میں کرفیو لگایا اور رات کو لوگوں کو بغیر اجازت اپنے گھروں سے باہر نکلنے سے منع کر دیا، تاکہ رات کے اندھیرے میں کہیں پھر فتنہ و فساد اور ریاضا گری نہ ہو سکے۔ شہر میں مختلف اور اہم جگہوں پر پھرے لگوا دیئے اور فوٹی پیٹرول (Petrol) چلانے کا انتظام کیا۔ تاکہ رات کو سپاہی شہر میں گھوم کر دورہ کریں۔ پاس ورڈ (Password) جس کو افغانستان میں جہاں اس زمانے میں امن و امان کے دلوں میں بھی رات کو کرفیو لگایا جاتا تھا (نام شب) کہا

تای تھا۔ سردار سپہ سالار صاحب مرحوم تو اپنے زخموں سے پاہیوں کا حال زاد دیکھ کر لال پیلے ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے ڈاکٹر کو دیکھا تو اس کو اس نازک موقع پر اپنا فرض منصبی پورا نہ کرنے اور سارا دن کسی غار میں، جان بچانے کے لئے چھپے رہنے اور زخموں کی دیکھ بھال نہ کرنے پر بہت کچھ برا بھلا کہا اور مجھے بلا کر اس کو دکھلایا اور کہا:

”یہ بھی ایک ہندوستانی ہے جو آپ سے عمر میں بہت چھوٹا ہے، لیکن اپنے افغانی بھائیوں کے ساتھ جاں نثار نہ لڑائی میں شریک ہے۔ نہ اس کو ہوائی جہاز سے ڈر لگتا ہے اور نہ توپ کے گولوں سے۔ آپ کو ذرا شرم آتی چاہئے کہ آپ سارا دن چھپے رہے اور میرے ڈٹی سپاہی بغیر مرہم پٹی کے تڑپتے رہے۔“

ڈاکٹر نے اس پر دم نہ مارا اور وہاں سے جدا ہو کر، سپاہیوں کے علاج معالجہ میں معروف ہو گیا۔

اگلے روز پھر ہماری جرنز ہوٹرز نے چند ایک گولے چلائے اور فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے قلعہ والوں کے ہتھیار ڈالنے کے بارے میں کچھ امید پیدا نہ ہو سکی اور یہ سارا دن اسی طرح دونوں طرف سے کہیں کہیں فیر کرنے میں گزرا۔ انگریزی ہوائی جہاز نے پھر ہمارے پڑاؤ پر بم گرائے اور قلعہ کے ارد گرد کی پہاڑیوں میں جہاں کہیں مجاہدین کی ٹولی دیکھی اس پر بمباری کی۔ اس سے کوئی بڑا جانی نقصان تو نہ ہوا لیکن مجاہدین حواس باختہ رہنے لگے اور جب کبھی ہوائی جہاز ان کے اوپر سے اڑتا تو وہ سارا کاروبار چھوڑ کر ”جوڑ رائے“ (یعنی جہاز آ گیا) کہتے ہوئے تتر بتر ہو جاتے تھے۔

جنگ کے تیسرے روز سپہ سالار صاحب مرحوم نے مجھے انگریزی فوج کو ہتھیار ڈالنے پر راضی کرنے کی غرض سے نکل بھیجا تاکہ وہاں سے ایک سفید چھٹا لے کر قلعہ کی طرف جاؤں اور انگریزی کمانڈر سے بات چیت کر کے اس کو قلعہ نکل کر افغانی فوجوں کے حوالے کرنے پر تیار کروں۔ شہر میں پہنچ کر

رات کو گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس (پاس درز) کو بتا کر اس سے گلی میں نکل سکے اس طرح میں اس پہلے آزاد ہندوستانی شہر کا پہلا، سول اینڈ سٹریٹ بننا۔ اس انتقام کی وجہ سے رات کو شہر میں کوئی واردات نہ ہوئی۔ اگلے روز صبح کو میں نے ایک سفید جھنڈا لیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر رہبر کے ساتھ قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن قلعہ سے ہم پر گولہ باری ہونے لگی۔ اس سے ہمیں یقین آ گیا کہ قلعہ کی فوج ہمارے ساتھ گفت و شنید کرنے اور ہتھیار ڈالنے پر تیار نہیں ہے۔ ہم نے اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ ان کو کسی کمک کے پہنچنے کی بھی امید ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ قلعہ والے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہیں تو میں نے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کو لکھا کہ قلعہ پر پوری طاقت سے اور ساری توپوں کے ساتھ گولہ باری کی جائے تاکہ اس کی دیواروں میں شکاف پیدا ہوں اور وہاں سے مجاہدین حملہ کر کے قلعہ میں داخل ہو سکیں۔

میں نے اگلی رات بھی ٹھل میں گزاری اور شل سابق شہر میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اس میں مجھے پوری کامیابی ہوئی۔ لوگ اپنے کاروبار میں اطمینان سے مصروف رہے اور مجاہدین کو بھی کھانے کا سامان بھی پہنچنا رہا۔ اگلے روز صبح کو مجھے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کا زبانی پیغام ملا جس میں انہوں نے مجھے پڑاؤ کو لوٹ آنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میں شہر کا انتظام ایک افغانی فوج افسر کے سپرد کر کے پڑاؤ کو واپس آ گیا۔ وہاں آ کر مجھے سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے چیف پرائیویٹ سیکریٹری مرزا محمد یعقوب خان سے معلوم ہوا کہ مجھے واپس بلانے کا سبب یہ تھا کہ بعض میرے بدخواہوں نے میرے بارے میں سردار سپہ سالار صاحب مرحوم کے کان بھرے اور کہا کہ ظفر انگریزوں سے مل گیا ہے اور اب وہ بھی واپس نہ آئے گا۔ استغناء مجھے واپس بلایا گیا تھا۔ سیکریٹری نے کہا کہ آپ کی واپسی سے آپ کی صداقت کا ان کو ثبوت مل گیا اور آپ کی غیبت کرنے والے لوگوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اس کے اگلے روز سپہ سالار صاحب نے سارے محاذ کا دورہ کیا اور توپ خانے کے کمانڈروں کو مقرر اشارہ ملنے پر ایک دم قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا۔ دوپہر کے قریب یہ گولہ باری شروع ہوئی اور وقفہ دے دے کر کئی گھنٹے جاری رہی۔ لیکن اس سے کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلا اور مجاہدین قلعہ پر بلہ نہ بول سکے۔ دوپہر کے بعد کوہاٹ اور ٹھل کی درمیانی سڑک

پر انگریزی گولے پھٹے اور ہوائی جہاز نے بم گرائے۔ پہلے تو ہم اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ لیکن بعد میں ہم نے پہاڑی سے دو دین لگا کر دیکنا شروع کیا اور اس سڑک پر کچھ سوادوں کو سرپٹ قلعہ کی طرف جاتے دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلعہ کی انگریزی فوج کو وہ کمک پہنچ گئی ہے جس کا اس کو انتظار تھا اور جس کی امید پر اس نے ہمارے صبح کے سفید جھنڈے کو اہمیت نہ دی تھی اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ (جنگ ختم ہونے کے چند مہینے بعد جو ہندوستانی اخبارات ہمارے ہاتھ لگے ان سے معلوم ہوا کہ اس کمک والی انگریزی فوج کا کمانڈر جلیان والے باغ کا بدنام افسر اور بے ہتھیار لوگوں کا قاتل جنرل ڈائر تھا اور سڑک پر جو گولے پھٹے تھے، وہ راستہ صاف کرنے اور مجاہدین کو ڈرانے اور وہاں سے بھاگنے کے لئے پھینکے گئے تھے) اس روز ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ہماری مشین جو قلعہ کی چوکیوں پر گولہ باری کے لئے دریائے کرم کے پاس بھیجی گئی تھی، نخچروں پر لدی ہوئی پہاڑیوں کے درمیانی تالوں کے راستے واپس لائی جا رہی ہیں۔ میں نے ان کے سپاہیوں کو بدک کر واپس محاذ پر بھیجنے کی کوشش کی، لیکن سپاہیوں کے تہہ اسنے بدلے ہوئے تھے کہ اگر میں زیادہ اصرار کرتا تو شاید وہ مجھ پر گولی چلا دیتے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ محاذ سے پسپا ہونے والے سپاہیوں کا تاننا بندھ گیا۔ سردار سپہ سالار صاحب کو اس کی خبر دینے کیلئے میں ان کی تلاش میں چلا اور آخر شام کو جب ان سے ملانی ہوا تو ان سے معلوم ہوا کہ دریائے کرم کے پار کے تمام پانچ پادہ سپاہیوں، توپوں اور مشین گنوں سے مسلح سپاہیوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے اور اپنے افسروں کے حکم کے برخلاف سرکشی کر کے خود بہ خود پڑاؤ کو واپس آ گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر باقی فوج میں بھی مل جل پھٹ گئی۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے افغانی سرحد کی طرف پسپا ہونے کو تیار ہو گیا۔ یہاں تک کہ بعض سپاہیوں نے بار برداری کی نخچروں پر سوار ہو کر افغانستان کا راستہ لیا اور سامان جنگ اور رسد وغیرہ کو جو ان نخچروں پر لدنے والا تھا، پیچھے چھوڑ دیا۔ ہم کو ان لوگوں کی بددی، سرکشی اور فرار کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ نہ ان میں سے کوئی شہید ہوا اور نہ ہی کسی کو گھماؤ لگا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف قلعہ کو کمک پہنچ جانے سے ڈر کر پسپائی اختیار کی۔ ان کو شاید فخر ہوا کہ اگلے روز انگریزی فوج ضرور قلعہ سے نکل کر ان پر حملہ کرے گی۔ (جاری ہے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

سُورَةُ الْحَجَرَاتِ

☆ اے ایمان رکھنے والو! اگر کوئی غلط کار شخص تمہارے پاس کسی واقعہ کی خبر لے کر آئے تو تم اس کی خوب تحقیق کیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس خبر کی بنیاد پر کسی گروہ کے خلاف نادانی میں کوئی اقدام کرلو اور پھر کل کو تمہیں اپنے اس عمل پر پشیمانی اٹھانی پڑے۔

☆ اور یہ بات یاد رکھو کہ تم میں اس وقت رسول کریم موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری کئی باتیں مانتے جائیں تو پھر تم بڑی مشکل میں پھنس جاؤ گے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنایا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کیا ہے۔ اور تمہارے لئے کفر، فسق اور گناہ، کاموں کو ناپسند کیا ہے۔ یقیناً ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

☆ اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں کسی بات پر لڑ پڑیں تو سب سے پہلے تو ان میں صلح کرادیں (اگر صلح نہیں ہوتا) پھر ان گروہوں میں سے جو گروہ دوسرے پر زیادتی اور ناانصافی کر رہا ہے تو تم سب مل کر ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائے۔ پھر اگر وہ انصاف کی راہ پر آئے تو دونوں گروہوں میں عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔ اللہ تعالیٰ کو تو ایسے لوگ ہی پسند ہیں جو ہر معاملے میں انصاف کرتے ہیں۔

☆ اہل ایمان کا آپس میں رشتہ، اخوت و محبت کا ہے۔ اس لئے بھائیوں کے تمام معاملات میں اخوت کی بنیاد پر صلح ہونی چاہیے۔ ہر معاملے میں تم اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرا کرو یعنی ان کے احکامات کا خیال رکھا کرو۔ اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں گے۔

گزشتہ رسالے حاصل کرنے کا طریقہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی زیر نگرانی گزشتہ سالوں کے جو رسالے ”الولی“ اور ”الرحیم“ شائع ہوتے رہے ہیں، وہ کچی جلد اور کچی جلد کی صورت میں سال وائیز اکیڈمی کے مرکزی آفیس میں موجود ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا علمی، فکری، تاریخی اور نظریاتی سرمایہ ہے جسے محفوظ کرنا اہل علم اور ارباب فکر دانشوروں کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ان جلد رسالوں کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ خود تشریف لائیں یا دوست احباب کے ذریعے ہمارے مرکزی آفیس سے رسالے حاصل کریں، کیونکہ ڈاک کے ذریعہ نہیں بھیجے جاسکتے۔ ڈاک میں ضائع ہونے کا احتمال بھی ہے اور خراب ہونے کا امکان بھی۔ نیز اخراجات بھی زیادہ آتے ہیں، اس لئے طے کیا گیا ہے کہ مذکورہ جلد رسالے اکیڈمی کے آفیس سے حاصل کیے جائیں۔

Rs:550/=

”الولی“ کی ۲۲ جلد کتابیں - کچی جلد - مجموعی قیمت:

Rs:275/=

”الرحیم“ کی ۱۱ جلد کتابیں - کچی جلد - مجموعی قیمت:

Rs:1200/=

”الولی“ اور ”الرحیم“ کے تمام رسالے کچی جلد مجموعی قیمت:

اعزازی کاپی

شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی طرف سے مختلف علماء، فضلاء، ادباء، دانشوروں اور لائبریریوں کی طرف ”الولی“ اور ”الرحیم“ کی اعزازی کاپی بطور ہدیہ ارسال کی جاتی ہے۔ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ خط کے ذریعے ہمیں آگاہ کریں کہ رسالہ ان کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ ان کا پتہ درست ہے یا نہیں؟ پتے کی تبدیلی کی صورت میں جلد از جلد ہمیں آگاہ فرمائیں۔ جن حضرات کو رسالہ پہنچ رہا ہے وہ بھی رسالہ پہنچنے کی اطلاع فراہم فرمائیں تاکہ ان کا پتہ رجسٹر میں محفوظ کیا جائے۔ آئندہ ان اصحاب کے نام رجسٹر میں محفوظ ہوں گے جو خط کے ذریعہ رسالہ پہنچنے اور پتے کی تصدیق کریں گے، باقی نام حذف ہو جائیں گے۔

سید رسول بخش شاہ انچارج مطبوعات شاہ ولی اللہ اکیڈمی

پوسٹ باکس نمبر 72 حیدرآباد سندھ

فون نمبر: 0221-782154

شاہ ولی اللہ اکیڈمی

جامع مسجد - صدر - حیدرآباد (سندھ)